اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ نمبر ۶۰۴

جنت مآب

طاب ثراہ

(دوسرا ایڈیشن)

از قلم

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا

مولانا سید علی نقی النقوی

طاب ثراہ

ناشر

امامیہ مشن ہند لکھنؤ

مولانا علی نقی ٹرسٹ

لکھنؤ

تعارف

سلسلۂ حالات علماء میں امامیہ مشن لکھنؤ نے خطیب آل محمدؐ جناب سبط حسن طاب ثراہ، مجدد شریعت جناب غفرانمآب طاب ثراہ، جناب رضوانمآب طاب ثراہ اور جناب جنت مآب طاب ثراہ کے حالات پر ایک ایک رسالہ شائع کیا تھا یہ رسالہ اس کا دوسرا ایڈیشن ہے۔

توفیق الٰہی شامل حال رہی اور افراد ملّت کا تعاون اگر ملتا رہا تو اس سلسلہ کی کڑیاں یونہی جستہ جستہ سامنے آتی رہیں گی۔

دیگر مقامات کے مومنین سے بھی استدعا ہے کہ وہ اپنے یہاں کے علماء کے حالات قلم بند کر کے مالی اعانت کے ساتھ روانہ فرمائیں تو ہم مشن سے شائع کریں گے۔

شکریہ

ہماری استدعا پر جناب مولانا سیف صاحب ابن نجم العلماء مولانا سید علی صاحب نقوی مجتہد نے جنت مآب سوسائٹی سے اپنے پیسہ سے اس رسالے کو چھپوانے کا اقرار فرمایا ہے لہٰذا التجا ہے کہ مومنین سورۂ فاتحہ کا ثواب جناب جنت مآب طاب ثراہ کو پڑھ کر بخش دینگے۔

خادم ملّت

عابد طباطبائی۔ سکریٹری امامیہ مشن چوک لکھنؤ ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام، نسب اور القاب

مولانا السید محمد تقی عرف جناب سید تقی صاحب قبلہ، جناب غفراں مآب مولانا سید دلدار علی طاب ثراہ کے پوتے، اُن کے سب سے چھوٹے فرزند سید العلماء علیین مکان مولانا سید حسین عرف جناب میرن صاحب قبلہ کے منجھلے بیٹے تھے۔ ممتاز العلماء اور فخر المدرسین خطاب تھا اور انتقال کے بعد "جنت مآب" کے لقب سے ملقب ہوئے۔

ولادت اور نشو و نما

۱۶ر جمادی الاول سنہ ۱۲۳۴ھ کو ولادت ہوئی۔ یہ آپ کے جدِ امجد جناب غفراں مآب کی حیات کا تقریباً آخری سال تھا اور آپ کے والد بزرگوار جناب سید العلماء طاب ثراہ کی عمر کے چوبیسویں برس کا آغاز تھا۔

اگرچہ آپ کے ایک بھائی آپ سے پہلے پیدا ہو چکے تھے جن کا نام علی حسین تھا اور جو بعد میں زین العلماء کے لقب سے ملقب ہوئے

اور جن کی اولاد میں نواب سید مہدی حسین صاحب ماہر اور نواب سید اصغر حسین صاحب فاخر ایسے مشہور افراد ہوئے اور ایک بھائی آپ سے چھوٹے تھے جن کا نام علی نقی تھا اور جو زبدۃ العلماء کے لقب سے ملقب ہوئے۔ یہ دونوں بھائی بھی صاحبانِ علم میں سے تھے جو اُن کے القاب سے ظاہر ہے مگر قدرت نے اپنے باپ کے کمالات کا سب سے بڑا ورثہ دار اسی درمیانی فرزند کو بنایا تھا جو اپنے والد بزرگوار کے بعد فقہ واُصول کے دو علموں میں جو اصل معیارِ اجتہاد ہیں، ہندوستان کے سب سے بڑے مجتہد تسلیم کئے گئے۔

تعلیم و تربیت

جناب جنت مآب کی عمر ابھی ایک سال سے کچھ ہی متجاوز ہوئی تھی کہ ۱۹ ماہ رجب ۱۲۳۵ھ کو آپ کے جدّ امجد جناب غفراں مآب نے دنیا سے رحلت فرمائی۔

اس کے بعد جیسا کہ جناب رضواں مآب کے حالات میں لکھا جا چکا ہے دینی تبلیغ و اشاعت اور تعلیم و تدریس کے کاموں میں وسعت کے پیش نظر اخلافِ غفراں مآب میں باہمی یکجہتی کے ساتھ فرائض تقسیم ہو گئے۔ بادشاہ اور اُمراء کے یہاں کے دینی ضروریات کی تکمیل اور تبلیغ و اشاعت کے ادارہ کی تنظیم و ترتیب جناب سلطان العلماء کے ذمہ ہوئی ہے اور تدریس و ترتیب افاضل اور اجتہادی مسائل کی تحقیق و تنقیح وغیرہ سب سے چھوٹے بھائی جناب سید العلماء کے متعلق

ہوئی جو فقہ و اصول میں امتیازِ خاص کے مالک تھے۔

ظاہر ہے کہ جناب سلطان العلماء کے کاموں میں جتنی آفاقیت اور بیرونی روابط کی وسعت کی ضرورت تھی اُتنی جناب سید العلماء کے کام کی نوعیت میں نہ تھی۔ یہ ایک طرح کا "گوشۂ عافیت" تھا جس میں اُنھیں داخلی تعمیر اور افرادِ مستقل کی تشکیل کے لئے جس ذہنی یکجہتی اور بیرونی کشمکش سے علیحدہ رہتے ہوئے یکسوئی کی ضرورت ہے وہ بدرجۂ اتم حاصل تھی۔ اس لئے اُنھوں نے یقیناً اپنے فرزندوں کی تعلیم و تربیت بذاتِ خود اپنے سے متعلق رکھی اور بالخصوص منجھلے بیٹے کی اصل حیثیتوں کو بچپن ہی سے محسوس کرتے ہوئے بہت پہلے ہی سے اُنھیں اپنے علمی کمالات کے حامل کی حیثیت سے خصوصی فیوض و افادات کا مرکز بنانے میں اپنی پوری توانائی صرف فرمائے تھے اور ابتدا سے انتہا تک تمام علوم و فنون کی تعلیم شفیق باپ نے اُس بیٹے کو بذاتِ خود دی۔

ساتھیوں میں امتیاز

ہندوستان کے شیعہ رجال سے واقف صاحبانِ علم بالاتفاق یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ جتنی تعداد میں جلیل القدر علماء جناب سید العلماء علیین مکان کے حلقۂ درس سے نکلے اُس کی نظیر کوئی دوسری نہیں ملتی۔ مثلاً استاذ الناس مولانا مفتی سید محمد عباس طاب ثراہ، علامۃ المتکلمین، صاحب عبقات الانوار

مولانا سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ مولانا مرزا محمد اخباری اور قائمۃ الدین مولانا محمد علی صاحب، مولانا شیخ تفضل حسین فتح پوری، مولانا سید اولاد حسین شکوہ آبادی، مولانا سید غنی نقی زید پوری اور مولانا سید منصب علی زنگی پوری اور ایسے ہی کتنے اطراف ملک کے علماء تھے جو جناب سید العلماء کے درس سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے۔

یہ بھی کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ایک مجلس درس میں حاضر ہونے والے شرکائے درس مشکل ہی سے اپنے کسی ساتھی کے رفعت و امتیاز کے قائل ہوتے ہیں اور اُن بے لوث مقدس شخصیتوں سے قطع نظر جن میں نفسانیت کا شائبہ نہ ہو، دل سے قائل ہوں بھی تو زبان و قلم سے اُس کا اظہار مشکل ہوتا ہے۔ اس کے بعد جب ہم کتاب "اوراق الذہب" میں جسے جناب مفتی صاحب اعلی اللہ مقامہ نے اپنے استاد جناب سید العلماء کے حالات میں عربی زبان میں لکھا ہے اُن چند سطروں کو پڑھتے ہیں جو اُنھوں نے اولادِ جناب سید العلماء کے حالات میں لکھی ہیں تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ اپنے ساتھیوں میں جناب جنت مآب کو امتیاز کتنے نمایاں مرتبہ پر حاصل تھا جس کا بلا استثناء خود تمام ساتھیوں کو احساس تھا اور پھر یہ حضرات نفسانیت سے بری اور بے لوث ایسے تھے کہ اُن کو اپنے اس احساس کے اظہار میں کوئی تکلف نہ تھا۔ پھر اس کے ساتھ یہ خاص قابلِ لحاظ بات ہے کہ مفتی نفس اور

انکسار کی بنا، پر انسان کو خود اپنی ذات پر کسی کو ترجیح دینے کا حق ہے لیکن انکسار کی منزل میں اپنے تمام شرکائے درس کے بارے میں کوئی بات کہنے کا حق پیدا نہیں ہوتا جب تک حقیقت اتنی نمایاں نہ ہو جس کے سب ہی معترف ہوں۔

یہ بیش قیمت الفاظ جو جناب مفتی صاحب قبلہ نے ممتاز العلماء کے بارے میں صرف کیے ہیں جو خود اوراق الذہب میں ہمارے بھی سامنے آتے رہے ہیں اور انھیں مولانا سید محمد حسنین صاحب نوگانوی مرحوم نے کتاب "تاریخ العلماء (مطبوعہ جید برقی پریس بلی ماران دہلی صـ۹۸) میں بھی درج کیا ہے حسب ذیل ہیں:

اکبرھم فی الھدی ذا السداد وابرعھم بالفقہ ذا الاجتھاد ذوالفکر المتین ذالرای الرزین فخرالفضلاءُ المدرسین التقی النقی السید محمد تقی اعلی اللہ قدرہ ونوربدرہ ھواحدث منی سنا واقدم فضلا منا	اولاد جناب سید العلماء میں ہدایات وارشادات کے لحاظ سے سب سے بزرگ اور فقہ و اجتہاد میں سب سے ممتاز صاحب فکر متقی ورائی محکم فخر افاضل مدرسین پرہیزگار، پاکیزہ خصال سید محمد تقی ہیں: اللہ ان کے مرتبہ کو اور بلند اور ان کے ماہ کامل کو اور زیادہ روشن کرے وہ عمر میں مجھ سے کم ہیں اور علم و فضل

میں ہم سے مقدم ہیں۔

اس میں آخر کے دو فقروں میں "منی" یعنی مجھ سے اور "منا" یعنی ہم سے کا جو فرق ہے اُسے ہر عربی داں محسوس کر سکتا ہے۔

اس کے علاوہ جناب مفتی صاحب کے عربی دیوان (مطبوعہ مطبع جعفری لکھنؤ) میں جس کا نام "رطب العرب" ہے ص۲۳۸ پر ایک قصیدہ جناب سید العلماء کی مدح میں وہ ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے:۔

عالم حبر فقیہ کامل سامك سام سعی للحسین

اس میں حسب ذیل اشعار میں اولاد سید العلماء کا ذکر ہے:۔

لم تزل انجامہ فی افقہ فوق فرق الدھر مثل الفرقدین

"اُن کے ستارے اُن کے افق علم میں تمام زمانہ کے سروں پر مثل فرقدین کے چمکتے رہے ہیں۔"

سیما المولی التقی المتقی اعلم الاعلام اتقی الخائفین

"بالخصوص مولانا سید نقی صاحب جو مشاہیر اہل علم میں اعلم اور تمام شرق و غرب میں پرہیزگاری میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔"

جناب مفتی صاحب قبلہ ایسی ذمہ دار شخصیت کا اعلم علماء اور اتقائے زمانہ کہنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

اجازات اجتہاد

۲۸ برس کی عمر میں جب آپ کا آفتاب کمال خط نصف النہار پر تھا اور اکابر علماء میں

آپ کی فضیلت تسلیم ہو چکی تھی تو سنہ ۱۲۶۲ھ میں آپ کے عمِ معظم جناب سلطان العلماء نے پہل فرمائی اور ۸ ربیع الاول کو اجازۂ اجتہاد مرحمت فرمایا۔ اس کے بعد آپ کے والد ماجد جناب سید العلماء نے کافی بسیط اجازہ تحریر فرمایا جس میں ضبط و تفصیل کے ساتھ آپ کی علمی و عملی رفعت پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد نجف اشرف سے شیخ الفقہاء جناب شیخ محمد حسن نجفی صاحب جواہر الکلام نے بڑے گراں قدر الفاظ کے ساتھ اجازہ لکھ کر روانہ فرمایا۔ یہ تینوں اجازے مطبوعہ شکل میں موجود ہیں۔

مدرسۂ سلطانیہ میں مدرس اعلیٰ

جس طرح جناب غفراں مآب ہندوستان کے سب سے پہلے مجتہد ہیں اور اُن کے دور میں سب سے پہلی شیعہ نمازِ جماعت ہندوستان میں ہوئی ویسے ہی جناب سید العلماء طاب ثراہ کے دور کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی تحریک پر سب سے پہلے شیعہ عربی مدرسہ کی بنیاد قائم ہوئی جسے امجد علی شاہ بادشاہ نے قائم کیا اور جتنے اُس وقت کے جید علماء تھے سب اُس کے مدرس قرار دیے گئے اور جناب سلطان العلماء اور سید العلماء دونوں بزرگوں کی تجویز سے اُس کے مدرسِ اعلیٰ جناب جنت مآب قرار دیئے گئے جس کے لحاظ سے بادشاہ نے آپ کے القاب میں "ممتاز العلماء" کے ساتھ

"فخر المدرسین" کا اضافہ کیا۔

جامعیت علوم

جناب جنت مآب کا خاص فن تو فقہ و اصول تھا جو معیارِ اجتہاد ہے اور اس میں باخبر افراد کی رائے یہ ہے کہ ان اسلافِ کرام میں جناب سید العلماء اور جناب ممتاز العلماء کا مثل و نظیر سابقین و لاحقین میں کوئی نہیں ہوا یہاں تک کہ ہر دور میں بحیثیت فقہ و اُصول کے عراق کی مرکزیت مسلّم رہی مگر جناب سید العلماء اور ممتاز العلماء کا کمالِ علمی وہ تھا کہ لکھنؤ ایک حد تک عراق کا مدِّ مقابل ہو گیا تھا۔ چنانچہ جناب سید العلماء کے لئے اس کا ثبوت جناب مفتی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کے مجموعۂ مکاتیب "ظلِّ ممدود" سے ملتا ہے اس طرح کہ جناب مفتی صاحب نے صاحب جواہر کے نام ایک خط لکھا جس میں یہ آرزو ظاہر فرمائی کہ کاش میں عراق آ کر آپ سے فیوض علمیہ حاصل کرنے کا موقع پاتا۔ اس کے جواب میں صاحب جواہر نے تحریر فرمایا کہ آپ یہ سوچنا چھوڑ دیجئے اس لئے کہ جس ذات کے حلقہ تدریس میں آپ مصروف استفادہ ہیں یعنی جناب سید العلماء، اس کے بعد آپ کو قطعاً ضرورت اس کی نہیں کہ آپ کسی دوسری درسگاہ کے خواہش مند ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ آپ شرف زیارت حاصل کرنے کے لئے ان اعتاب مقدسہ کی طرف آنے کے متمنی ہوں جس کی ہر مومن کو تمنا ہونا چاہیئے۔ یہ خط صاحب جواہر کا جو جناب مفتی

صاحب کے نام ہے "ظلِ ممدود" میں موجود ہے۔

اور جناب ممتاز العلماء طاب ثراہ کے لیے لکھنؤ کے مشہور مقدس و متورع عالم دین جناب مولانا سید ابوالحسن عرف ابو صاحب قبلہ (والد سرکار باقر العلوم طاب ثراہ) جو خود مراکزِ علمیہ جا کر وہاں کے علماء کے مراتبِ علم کا ذاتی مشاہدہ فرما چکے تھے اور اُن کی شہرۂ آفاق احتیاط اور تقدس کی بناء پر اُن کے یہاں لحاظِ رشتہ اور جانبداری کا تصور ردا نہیں، نہ مبالغہ کا خیال درست ہے۔ ایسی ذمہ دار شخصیت کا بیان اُن کے فاضل شاگرد جناب مولوی سید محمد حسنین صاحب نوگانوی نے اپنی کتاب "تاریخ العلماء" (صـ۶۹) میں بذیلِ حالاتِ جناب جنت مآب درج کیا ہے اس طرح کہ:۔

"جناب مرحوم فرماتے تھے کہ "آپ علمائے عراق سے فقہ و اُصولِ فقہ میں کم نہ تھے" اکثر جناب ممتاز العلماء کے اوصاف بڑے وجد سے فرمایا کرتے تھے۔"

لیکن آپ فقہ و اصول میں اس کمال کے ساتھ دوسرے علوم و فنون میں بھی امتیازِ خاص کے مالک تھے۔ چنانچہ فنِ نحو میں آپ کا ایک مستقل متن "العباب فی علم الاعراب" ہے جو نحو کی مشہور کتاب کافیہ سے زیادہ سلیس ہونے کی بناء پر افادیت کا حامل ہے۔ اور سب سے بڑا کارنامہ جو تمام علوم و فنون میں آپ

کے کمال کا آئینہ بردار ہے وہ آپ کی تفسیر "ینابیع الانوار" ہے
جس کی تقریباً ڈیڑھ ہزار صفحات کی ۲۰ جلدیں معرض تصنیف میں
آسکیں جن میں مسائل علم کلام پر دوسرے متکلمین اور بالخصوص
علامہ فخر الدین رازی سے رد و قدح میں مضبوط و مستحکم دلائل
سے فکری گہرائی کے ساتھ زور بیان کی بھی اعلیٰ مثالیں ہیں۔ یہ
دونوں جلدیں خود آپ کے کتب خانے کے علاوہ جناب آغا ابو
صاحب کے کتب خانہ میں بھی ہیں جو اب جامعۂ سلطانیہ
سلطان المدارس سے تعلق رکھتا ہے۔ یہاں سے میں نے زمانہ
طالبعلمی میں ایک جلد مستعار لے کر تقریباً ایک مہینے کی
قلیل مدت میں اپنے تین شاگردوں کی شرکت کے ساتھ جن
میں ایک مرحوم ہو گئے یعنی حکیم سید محمد عسکری عرف بتن صاحب
مرحوم (مدیر مجلۂ الرضوان) اور دو بحمد اللہ موجود ہیں ایک جناب
مفتی جعفر حسین صاحب مجتہد گجرانوالہ (پنجاب۔ پاکستان)
اور دوسرے حکیم سید محمد اطہر صاحب ممتاز الافاضل مدرس
مدرسۂ ناظمیہ لکھنؤ اسے اپنے قلم سے نقل کیا ہے۔ جو تقریباً
سات سو صفحات کے قریب ہے اور وہ ہم لوگوں کی مشترک
کوشش کی یادگار کے طور پر بحمد اللہ میرے پاس موجود ہے۔

علاوہ تربیت و تعلیم کے ادارہ کے جیسے اب

[illegible]

ترقی نہیں دی تو بلا شبہہ اس میں کمزوری بھی آنے نہ پائی جس کا بیان تلامذہ کے تذکرہ میں ابھی ہوگا، آپ کے قلمی خدمات کا بھی پلہ آپ کے والد علام جناب سید العلماء اور جد امجد جناب غفران مآب کی بہ نسبت سبک نہیں رہا بلکہ تفسیر قرآن کے شعبہ میں آپ کے کام کو خاص انفرادیت حاصل ہوگئی چنانچہ آپ کا بڑا ہی اہم کارنامہ یہی تفسیر ینابیع الانوار ہے جس کا تذکرہ ابھی آچکا اور جس کی طباعت کا کام آپ کے فرزند فردوس مکان جناب سید ابراہیم صاحب قبلہ کے دور میں شروع ہوا تھا جس کے بعض صفحات چھپے ہوئے ہم نے اپنی طالبعلمی کے دور میں کتب خانۂ جناب جنت مآب طاب ثراہ میں دیکھے تھے جو بڑے سائز کے (تقریباً ۲۰×۳۰ ایک دو کی تقطیع پر) تھے مگر معلوم نہیں کن اسباب کی بنا پر پھر اس کی طباعت کا کام رک گیا اور مکمل نہ ہو سکا۔

دوسری اہم کتاب اصول فقہ میں شرح مقدمات حدائق ہے جس کے متعلق علامۂ کنتوری اعلی اللہ مقامہ کی سوانح عمری سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا باقاعدہ درس ہوتا تھا جس میں ممتاز درجہ کے بڑے افاضل شریک ہوتے تھے۔ افسوس ہے کہ یہ کتاب بھی طبع نہیں ہوئی۔

(۳) بدایۃ المسترشدین شرح تبصرۃ المعلمین۔ یہ فقہ میں علامہ حلی

کی مشہور کتاب تبصرہ کی شرح ہے۔

(۴) ارشاد المسترشدین الی احکام الدین فقہ کی استدلالی کتاب ہے جس کی ایک جلد جو کتاب الطہارۃ پر مشتمل ہے سنہ ۱۲۷۹ھ میں مطبع علوی علی بخش خاں میں طبع ہوئی ہے۔ اس کے ٹائٹل پر جناب ابو صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ کا لکھا ہوا تعارف ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو جناب ناظم صاحب مرحوم نے (جن کا امام باڑہ مشہور ہے) طبع کرایا تھا۔

دیباچہ سے جو مصنف نے تحریر فرمایا ہے یہ پتہ چلتا ہے کہ اُنھوں نے یہ کتاب اپنے فرزند جناب سید ابراہیم صاحب کے لئے استنباط احکام کا طریقہ بتانے کے لئے تحریر فرمائی تھی اور پھر ہر ایک مسئلہ میں احتیاط کی صورت پر روشنی ڈالی ہے۔ آخر کتاب میں ختم تصنیف کی تاریخ اوسط سنہ ۱۲۷۳ھ تحریر ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب اپنے والد بزرگوار جناب سید العلماء کی وفات کے چند ماہ بعد اُسی سال تحریر فرمائی ہے۔

(۵) مرشد المومنین الی احکام الدین۔ یہ فارسی زبان میں مختصر رسالہ علمیہ ہے جو مقلدین کے لئے لکھا گیا ہے۔

(۶) غنیۃ المسائل۔ اس میں اُصول دین اور مسائلِ فقہیہ کے متعلق مسائل کے تفصیلی جوابات ہیں۔ بعض فارسی زبان میں اور بعض عربی میں۔ یہ کتاب سنہ ۱۲۸۳ھ میں مطبع احمدی لکھنؤ میں طبع ہوئی

ہے جو ۱۶۷ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۷) نخبۃ المعجزات فارسی۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ہے۔ جو قدیم چھاپہ کی مطبوعہ ہے۔ سال طباعت درج نہیں ہے۔

(۸) عیاب فی علم الاعراب۔ یہ فن نحو میں ایک نہایت گرانقدر متن ہے جس کا تذکرہ پہلے آچکا ہے۔

جناب عمّ معظّم مولانا سید محمد تقی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ اپنے چھوٹے فرزند، برادر محترم مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ سابق مدیر الواعظ کو جو اب کراچی میں تشریف رکھتے ہیں یہ کتاب پڑھاتے تھے تو میں نے کمسنی میں اس کے اُس قلمی نسخہ کو دیکھا تھا جو کتب خانۂ جناب جنّت مآب طاب ثراہ میں ہے۔ یہ کتاب طبع نہیں ہوئی ہے۔

(۹) نخبۃ الدعوات۔ یہ دعاؤں میں مختصر رسالہ ہے جس کا اُردو ترجمہ جناب تاج العلماء طاب ثراہ نے خلاصۃ الدعوات کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔ اصل کتاب شاہی میں طبع ہوئی تھی اور یہ ترجمہ میر عابد علی صاحب مرحوم کے مطبع اثنا عشری میں طبع ہوا۔ یہ دونوں کتابیں میرے یہاں موجود ہیں۔

(۱۰) حدیقۃ الواعظین

(۱۱) نزہۃ الواعظین

(۱۲) لمعۃ الواعظین۔

یہ تینوں کتابیں میری نظر سے نہیں گزری ہیں۔ ناموں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تینوں مواعظ کے مجموعے ہیں۔

(۱۳) رسالۃ فی جواز امامۃ الفاسق فی نفسہ۔

یہ عربی رسالہ اس بحث میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے نزدیک صفت عدالت سے متصف نہ ہو مگر مومنین اُسے عادل سمجھتے ہوں اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار ہوں تو اُس کا نماز پڑھانا درست ہے۔ یہ رسالہ آپ نے اپنے والد بزرگوار حضرت سید العلمار رہ کی زندگی میں لکھا تھا اور بہت ممکن ہے کہ یہی رسالہ صاحب جواہر کو بھیجا گیا ہو جس پر اُنھوں نے اجازۂ اجتہاد روانہ فرمایا اور اس رسالہ کی نجف اشرف کے علمار و افاضل میں شہرت ہو گئی تھی چنانچہ ظلِّ ممدود میں نجف اشرف کے ایک عالم و ادیب جناب شیخ ابراہیم قفطان کا خط ہے جو اُنھوں نے جناب مفتی صاحب کے نام تحریر کیا ہے۔ اُس میں لکھا ہے:۔

وان تسعی لاستحکام عقد الاخاء بخدمۃ جناب ناظورۃ العلماء و نادرۃ الفضلاء صاحب التحقیق الغریب الذی ھو بہ حقیق وذو التدقیق الانیق صاحب	"میری استدعا ہے کہ آپ میرے لئے کوشش فرمائیں کہ رابطۂ دوستی کے قائم ہونے میں جناب ممتاز العلما مولانا سید محمد تقی فرزند جناب سید حسین دام ظلہٗ کے ساتھ جو عجیب تحقیق اور تدقیق کے مالک ہیں۔ جن کی

التصنیف الفائق فی امامۃ الفاسق جناب ممتاز العلماء الزکی السیّد محمد تقی بخل الامام السیّد حسین دام فضلہ — امامت فاسق کے مسئلہ میں بلند پایہ تصنیف ہے۔

(۱۴) دعوات فاخرہ۔ یہ عربی میں مستند دعاؤں کی کتاب ہے جس کا قلمی نسخہ میرے یہاں بھی ہے۔

(۱۵) الارشاد۔ آداب و فضیلت دعا۔

(۱۶) جواب مسئلہ طعام اہلِ کتاب فارسی

(۱۷) جواب مسئلہ قطع ید۔ عربی۔ انگریزوں کے اثر سے اسپتالوں میں جو سرجری کے نئے نمونے سامنے آئے تھے اُن میں ایک یہ تھا کہ کسی شخص کا لڑائی میں ہاتھ کٹ گیا۔ مردہ کا ہاتھ کاٹ کر اس زندہ کے لگا دیا گیا اور وہ اب اُس کا جزو بن گیا کہ اُس میں خون کی روانی پیدا ہو گئی۔ اب بحث چلی کہ یہ تو میتہ کا جزو ہے جو نجس العین ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ نماز کیوں کر درست ہو گی؟ پھر یہ کہ وضو میں اُس ہاتھ کے لئے کیا کیا جائے؟

جناب جنت مآب نے اس کا مفصل جواب عربی میں تحریر فرمایا۔ پھر بعض حضرات نے اس سوال کو عراق بھیجا تو جناب شیخ زین العابدین مازندرانی نے بھی اس کا تفصیلی جواب لکھا۔ میں

نے یہ دونوں جواب دیکھے ہیں۔

جیسا کہ پہلے آ چکا ہے اس دور میں ہندوستان کے اس مرکز علمی لکھنؤ کو عراق سے کم نہ سمجھا جاتا تھا، اس لیے خود یہاں کے علماء کو بھی اُن کے مقابلہ میں احساسِ کمتری نہ تھا چنانچہ مشہور ہے کہ جناب جنت مآب کے سامنے جناب شیخ کے جواب کا تذکرہ ہوا تو آپ کی زبان پر یہ جملہ آیا کہ ھم رجال و نحن رجال " وہ مردِ میدان ہیں اپنی جگہ ہم مردِ میدان ہیں اپنی جگہ " یعنی اُن کی تحقیق جو ہو وہ اُن کے ساتھ ہے اور ہماری تحقیق جو ہے ہمارے ساتھ ہے۔

تاریخ العلماء میں ہے کہ ۱۲۸۹ھ میں جناب علامہ کنتوری نے " اخبار الاخبار " جاری فرمایا تھا اُس میں ایک حصہ کا نام " جامع المسائل " تھا جس میں جناب جنت مآب کے فتاوی طبع ہوتے تھے اور مسائل کا آپ کے یہاں باقاعدہ دفتر تھا اور مسائل کی درآمد برآمد باقاعدہ درج ہوتی تھی۔

تلامذہ

جیسا کہ ہم نے جناب رضوان مآب کے حالات میں لکھا ہے جناب غفراں مآب کے بعد تربیت و تعلیم طلاب اور یوں سمجھنا چاہیے کہ مستقبل کے افراد کی تعمیر کا کام جو اُن کے چھوٹے فرزند

جناب سید العلماء اعلیٰ اللہ مقامہ کے ذمہ رکھا گیا تھا اب جناب سید العلماء کے بعد اس ادارہ کو عملی طور پر اُن کے جانشین جناب ممتاز العلماء سید تقی صاحب قبلہ نے سنبھالا اور جناب سید العلماء کے بعد یقینی طور پر یہ کہنا درست ہے کہ جتنے اکابر علماء اور ممتاز صاحبانِ کمال جناب جنّت مآب کے حلقۂ درس سے نکلے اُن کی نظیر نایاب ہے۔ یہاں تک کہ بعض صاحبانِ کمال کے نام جو اُس عصر کے کسی اور بزرگ کے تلامذہ میں نظر آتے ہوں وہ صرف معقولات یا ادب وغیرہ کسی شعبہ میں استفادہ کی وجہ سے اُن کے تلامذہ میں درج ہیں ورنہ فقہ و اصول کی تعلیم اور اجتہادی کمالات کی تحصیل بلاشبہ اُنھوں نے جناب ممتاز العلماء ہی کے حوزۂ علمیہ میں کی ہے چنانچہ صاحب تاریخ العلماء نے بھی لکھا ہے کہ :-

"آپ کے اکثر تلامذہ مجتہد ہوئے اور بہت سے
افاضل اطرافِ ہند میں پھیلے ہوئے تھے۔"

اُن میں سے چند بزرگوں کا مختصر تذکرہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

(۱) آپ کے فرزند جناب سید العلماء الثانی حجۃ الاسلام شمس العلماء مولانا سید محمد ابراہیم صاحب قبلہ فردوس مکان جو آپ کے بعد آپ کے جانشین قرار پائے اور مرجعِ خلائق ہوئے۔

(۲) عماد العلماء مولانا سید مصطفیٰ عرف میر آغا صاحب قبلہ جن کی فقاہت اور استحضار مسائل کی خصوصیت اپنے دور میں مسلّم تھی اور جناب فردوس مکان کے بعد مرجع عام ہوئے۔

(۳) فقیہ دوران جناب مولانا سید ابوالحسن عرف ابو صاحب قبلہ جن کی تحریک سے سلطان المدارس اور ناظمیہ' دونوں مدرسوں کا وجود ہوا۔

(۴) مولانا حیدر علی صاحب قبلہ جو اپنے وقت میں فن تدریس کے ایک بڑے مرکز کی حیثیت کے حامل رہے اور بہت سے بزرگ مرتبہ افراد کے اُستاد تھے۔

(۵) مولانا سید عمار علی صاحب سونی پتی جن کی تفسیر "عمدۃ البیان" اُردو میں مشہور و معروف ہے۔

(۶) علامہ کنتوری مولانا حکیم سید غلام حسنین کنتوری مرحوم مترجم قانون شیخ و مصنف مائتین وانتصار الاسلام وغیرہ۔ آپ علاوہ علوم دینیہ کے طب اور سائینس اور مسمریزم وغیرہ میں بھی کمال رکھتے تھے۔

آپ نے اپنی سوانحعمری میں جناب جنت مآب سے اپنے تلمذ اور خصوصیت خاص کا شرح و بسط کے ساتھ تذکرہ فرمایا ہے۔

(۷) جسٹس کرامت حسین صاحب جن کی کتاب "فقہ اللسان" عربی ادب میں ایک کارنامہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے

علاوہ علم کلام میں بھی اُن کے بعض تصانیف موجود ہیں۔

(۸) مولانا سید ابو القاسم قمی لاہوری مصنف تفسیر لامع التنزیل جنھوں نے پنجاب میں شیعیت کو فروغ دیا۔

(۹) مولانا سید مکرم حسین صاحب۔ جلالی ضلع علی گڑھ کے جلیل المرتبہ عالم تھے۔ آپ کا کتب خانہ وسیع حیثیت رکھتا تھا۔

(۱۰) خواجہ عابد حسین صاحب سہارن پوری مصنف یا علی مدد وانذار الناظرین وغیرہ جن کی کتابوں کے سلسلے میں ایک طویل مباحثہ اُن میں اور مولوی محمد مرتضیٰ صاحب جونپوری مرحوم میں عرصہ تک جاری رہا تھا۔

(۱۱) مولانا سید باقر حسین صاحب۔ ان کے والد بزرگوار جناب سید محمد حسین صاحب جناب سید العلماء کے تلامذہ میں تھے اور یہ جناب ممتاز العلماء طاب ثراہ کے شاگرد تھے اور جناب جنت مآبؒ ہی کے قرب میں سکونت اور عزیزانہ روابط رکھتے تھے۔ اب بھی اُن کی اولاد ہمارے محلہ میں حسینیہؑ جناب جنت مآبؒ کے پہلو والے مکانات میں موجود ہے۔ اور ان حضرات کے ویسے ہی خصوصیات ہمارے ساتھ ہیں۔

(۱۲) جناب مولوی علی میاں صاحب کامل جو کافی ذی علم بزرگ تھے مگر شہرت اُن کی کامل الفن شاعر اور لسان القوم مولانا صفی مرحوم کے استاد کی حیثیت سے زیادہ ہوئی۔

(۱۳) مولوی سید غلام محمد صاحب ساکن ریواڑی۔ امام جمعہ و جماعت جے پور۔

(۱۴) خواجہ ابراہیم حسین صاحب پانی پتی۔

(۱۵) جناب مرزا محمد جعفر صاحب اوج فرزند و جانشین مرزا دبیر اعلی اللہ مقامہ۔

(۱۶) مولوی ہزبر علی صاحب مرحوم جن کا تذکرہ تلامذہ جناب جنت مآب کے سلسلہ میں جناب علامہ کنتوری کی سوانحعمری میں بھی موجود ہے۔

(۱۷) مولوی سید حسن صاحب

(۱۸) نواب اعلیٰ جاہ

(۱۹) نواب والا جاہ

یہ دونوں لکھنؤ کے بزرگ مرتبہ رؤسا میں سے تھے اور دونوں علوم دینیہ میں فارغ التحصیل تھے بلکہ ان میں سے ایک بزرگ کو عراق سے اجازات بھی حاصل ہوئے تھے۔

(۲۰) جناب آغا مہدی حسین صاحب عرف آغا ابو صاحب رئیس لکھنؤ و متولی وقف حسین آباد سابق الذکر کے فرزند تھے اور یہ بھی جناب جنت مآب کے شاگرد اور صاحب علم تھے۔ ان کا عربی و فارسی کتب کا قیمتی ذخیرہ جامعہ سلطانیہ سلطان المدارس کی لائبریری کی حیثیت سے محفوظ ہے۔

(۲۱) مولوی منیب خاں رامپوری۔ یہ فاضل اہل سنت میں سے تھے جن کا صاحب تاریخ العلماء نے تلامذۂ جناب جنت مآب میں ذکر کیا ہے۔

(۲۲) جناب ڈپٹی سید علی اکبر صاحب۔ جو جناب سلطان العلماء کے اخلاف میں سے اور صاحب تصانیف تھے۔ ان کا بھی ذکر تاریخ العلماء میں آیا ہے۔

وصیّت نامہ

۷ر اپریل ۱۸۶۹ء میں جب آپ کی وفات کا زمانہ قریب تھا آپ نے ایک وصیّت نامہ تحریر فرمایا جو رجسٹری شدہ ہے۔ اس میں اپنے فرزند جناب سید ابراہیم صاحب کو اپنا وصی اور جانشین مقرر فرمایا اور تمام اوقاف جن کی تولیت آپ سے متعلق تھی اُن اوقاف کا متولی بھی اُن کو قرار دیا۔

اس وصیت نامہ کے بعض اجزاء کا آخر میں سلسلۂ آثارِ تعمیری تذکرہ کیا جائے گا۔

وفات

موت التقی حیوۃ لا نفاد لھا

قد مات قوم وھم فی الناس احیاء

ماہ رمضان ۱۲۸۹ھ میں ہیضہ کی وبا کا زور ہوا۔ اُس میں مبتلا ہو کر صرف ایک دن کی علالت میں آپ کی وفات ہوئی۔

تاریخ العلماء (ص۱۱) میں ہے کہ "جناب سید المحدثین نے مجالس علویہ میں تحریر فرمایا ہے کہ

"جناب ملکی ملکات، قدسی صفات جناب ممتاز العلماء عطر اللہ مضجعہ ۲۲ر ماہ رمضان تک نماز جماعت و وعظ میں مصروف رہے بلکہ ۲۳ر تاریخ میں دس بجے دن تک مقابلہ میں تفسیر کے جو تصنیف فرماتے تھے مصروف رہے اور اُسی شب کو تین بجے انتقال کیا۔"

جنازہ میں تمام اکابر جیسے جناب مولانا سید احمد علی صاحب محمد آبادی جو جناب غفراں مآب کے شاگرد تھے اور جناب مفتی

(حاشیہ ص۲۳) ۱؎ اس شعر کو برادر معظم زبدۃ العلماء مولانا سید آغا مہدی صاحب نے سوانح حیات غفراں مآب (ص۶) میں درج کیا ہے جسے ہم نے نام کی مناسبت سے جناب جنت مآب کے حالات کے لئے محفوظ کر لیا تھا۔ موصوف نے فٹ نوٹ میں لکھا ہے کہ یہ شعر ابو محفوظ کرخی شاعر عرب کا ہے جو مجانی الادب فی حدائق العرب تالیف لویس شیخو طبع بیروت ۱۹۰۶ء میں موجود ہے۔

صاحب قبلہ، مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ، مولانا شیخ تفضل حسین صاحب فتحپوری، مولانا سید تفضّل حسین صاحب سنبھلی وغیرہ تلامذہ جناب سید العلماء اور بزرگانِ خاندان میں جناب ملک العلماء سید بندہ حسین صاحب قبلہ اور تاج العلماء سید علی محمد صاحب قبلہ تھے سب ہی موجود تھے لیکن بحیثیت طبقہ اُن میں کی سب سے بزرگ فرد جناب مولانا سید احمد علی صاحب قبلہ نے جناب مرحوم کے فرزند جناب سید العلماء مولانا سید محمد ابراہیم صاحب قبلہ طاب ثراہ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو آگے بڑھایا اور تمام اکابر علماء و اعیانِ شاہزادگان، رؤسار اور ہزاروں مومنینِ کرام نے جو مشایعت جنازہ میں شریک تھے آپ کے ساتھ نمازِ جنازہ ادا کی اور آپ خود اپنے امام باڑے میں جس کا تذکرہ ابھی آثارِ تعمیری کے ذیل میں آئے گا دفن ہوئے۔

تصانیف اور تلامذہ کے علاوہ یہ آثار بھی وہ ہیں جن کی بدولت شاعر کا مذکورہ بالا شعر بالکل صحیح ہے :-

موت التقی حیوۃ لا نفاد لھا

جناب مفتی صاحب اعلی اللہ مقامہ نے یہ تاریخ نظم فرمائی :-

موفی بوفاتہ التقی کاملیت

والعلم ساجد بحبہ الزیت

یا آل محمد تقی صبرا

قد ابتمسکم بقیہ اہل البیت

۱۲۸۹ھ

اولاد و اخلاف

جناب جنت مآب کے زوجۂ اولیٰ سے جو وطن کے قدیم سلسلۂ خاندانی سے تعلق رکھتی تھیں، تین صاحبزادے تھے اور دو صاحبزادیاں

(۱) جناب سید العلماء حجۃ الاسلام الحاج السید محمد ابراہیم طاب ثراہ جو اکمل اولاد اور اپنے سلف صالحین کے جانشین تھے۔

(۲) جناب سید حسن صاحب جن کے لئے صاحبِ تاریخ العلماء نے لکھا ہے کہ :-

"اجازۂ پیش نمازی تھا۔ میں بھی خوب واقف تھا جو نہایت مقدس تھے"

(۳) جناب سید علی صاحب۔

(۴) ایک صاحبزادی جو جناب سید محبوب حسین صاحب مرحوم کو منسوب تھیں۔

(۵) دوسری صاحبزادی جو جناب عماد العلماء میر آغا صاحب طاب ثراہ کو منسوب ہوئیں۔

ان کے علاوہ مختلف ازواج سے متعدد بزرگ تھے جن میں سے بعض ہمارے زمانہ تک بھی موجود تھے جیسے جناب سید ابوذر صاحب

جناب حاجی سید یونس صاحب۔ سید جابر صاحب۔
ایک صاحبزادی وہ تھیں جو جناب ابو صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہٗ
کو منسوب ہوئیں جن کے فرزند جناب مولانا سید جعفر صاحب
اور باقر العلوم استاد علام مولانا سید باقر صاحب اور ہادی الملۃ
سید ہادی صاحب قبلہ مرحوم تھے۔

تعمیری آثار

جناب جنت مآب طاب ثراہ کے پاس متعدد اوقاف ایسے
تھے جو دوسرے حضرات کے وقف کردہ تھے اور آپ اُن کے
متولی تھے جیسے تحسین علی خاں جن کی شاندار مسجد وسط شہر میں ہے
اور سوا مسجد آصفی اور جمعہ مسجد کے شہر کی مسجدوں میں سب سے
بڑی ہے اور اُس سے ملحقہ دوکانیں اور مکانات اور تحسین علی
خاں خورد جن کی جائداد باورچی ٹولہ میں تھی اور میر باقر سوداگر
اعلی اللہ مقامہ جن کا امامباڑہ جوہری محلہ میں مشہور و معروف ہے۔
ان سب کے علاوہ ذاتی طور پر جناب جنت مآب نے خود
اپنی جائداد سے کافی آثار کی تشکیل فرمائی جن میں سے اکثر کی
نہ کسی صورت میں اب تک قائم و برقرار ہیں۔

(۱) کتب خانہ

یہ آپ کی سب سے بیش قیمت یادگار ہے جس میں قلمی نوادر

اتنی تعداد میں ہیں جن کی مثال کسی دوسرے کتب خانہ میں مشکل سے مل سکتی ہے۔ مولوی سید محمد حسین صاحب نوگانوی رقم طراز ہیں:۔

"آپ کا کتب خانہ بھی بے مثل ہے جو وقف علی الاولاد ہے۔" (تاریخ العلماء ص۶۹)

وصیت نامۂ جناب جنت مآب میں جس کا ذکر ہو چکا ہے کتب خانے کے لئے یہ صراحت ہے کہ اس کی تولیت ہر دور میں اعلم اولاد سے مختص ہوگی۔

(۲) مکانات

محلہ نخاس میں جو وکٹوریہ اسٹریٹ (سڑک) کے نکلنے کے بعد دو حصوں میں تقسیم ہو گیا متعدد مکانات کا ایک سلسلہ تھا جنھیں بنظر اعانت اکثر تلامذہ و متوسلین کو رہنے کے لئے دیا گیا تھا، جن کی تفصیل وصیت نامۂ مذکور میں موجود ہے۔

ان مکانات کے متعلق بھی وصیت نامہ میں صراحت ہے کہ جب میری اولاد کو ضرورت ہو تو یہ حضرات جو ان مکانات میں مقیم ہیں ان مکانات کو اولاد کی خاطر خالی کر دیں۔ اہل علم کو محسوس ہونا چاہیئے کہ اس قسم کی شرط وقف عام میں نہیں ہو سکتی۔ اس شرط کا تحریر کرنا ان مکانات کے بھی وقف خاص ہونے کا قطعی

ثبوت ہے۔

(۳) امام باڑہ

جس وقت تک جناب جنت مآب کا وصیت نامہ لکھا گیا ہے۔ امامباڑہ کی تعمیر نہیں ہوئی تھی اس لیے اس وصیت نامہ میں امام باڑہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہ امام باڑہ اُس کے بعد تعمیر ہوا جس میں سب سے پہلے آپ ہی دفن ہوئے اس وقت تک وہ وقف بھی نہیں ہوا تھا۔

بعد میں ورثۂ جناب جنت مآب طاب ثراہ نے جو ازروئے وصیت نامہ اس تمام جائداد کے خصوصی مالکین تھے جب املاک کو آپس میں تقسیم کیا تو امام باڑہ کے متعلق سب نے متفقہ طور پر یہ مناسب سمجھا کہ یہ کسی کی ملکِ خاص نہ ہو بلکہ تمام اولاد جناب جنت مآب کے لئے وقف کر دیا جائے چنانچہ اس ذیل میں ایک نقشۂ تقسیم باہمی مرتب ہوا جس پر تمام ورثہ کے دستخط اور مہریں ہیں۔ اس نقشہ میں امام باڑہ دکھایا گیا ہے اور اُس کے باہر کے دالان کی حد حدی کے اندر جناب سید العلماء سید ابراہیم صاحب قبلہ کے قلم سے لکھی ہوئی یہ لفظیں ہیں:-

"امامباڑہ وقفِ خاص بر اولاد و ازواج و اصہار و ازواج اولاد"

یہ امامباڑہ بحمد اللہ اب تک قائم و برقرار ہے لیکن اُس کی عمارت امتدادِ ایام سے طلب گارِ تجدید ہے۔ والسلام

اس کتاب کی اشاعت جنّت مآب سوسائٹی کے مالی تعاون سے ہو رہی ہے

خادم

عابد طباطبائی

سکریٹری امامیہ مشن ھند

چوک پوسٹ بکس ۲۸ لکھنؤ۔ 226003

کربلا کے تعلیمات

سمجھو

(۱) اس دنیا کی زندگی کو چند روزہ اور حیاتِ آخرت کو جاودانی

(۲) انسانیت کے اعلیٰ اقدار کی حفاظت اپنی زندگی کا مقصد قرار دے لو۔

(۳) خلقِ خدا کے مفاد کو اپنے ذاتی مفاد سے بلند تر قرار دو۔

(۴) حق و صداقت کی راہ میں ہر قربانی کے لئے تیار رہو۔

(۵) اپنے دامن پر حمایتِ باطل کا دھبہ نہ آنے دو۔

(۶) باطل کی مادّی قوتوں سے کبھی مرعوب نہ ہو۔

(۷) امن و امان کی حفاظت کے لئے آخری منزل تک ہر ممکن سعی کرتے رہو۔

(۸) جب تک باطل سے تصادم لازمی نہ ہو جائے خاموشی کے ساتھ اصلاح کی کوشش کرتے رہو۔

(۹) اپنے میں اتنی قوتِ برداشت پیدا کرو کہ باطل ظلم کرتے کرتے تھک جائے اور تم پہاڑ کی طرح اپنے مسلک پر قائم رہو۔

(۱۰) صرف خدا کا یقین ہی انسان کو حق کی حمایت میں بڑی سے بڑی قربانی کے لئے تیار کر سکتا ہے۔

(۱۱) اس کا یقین رکھو کہ بالآخر کامیابی انہی کے لئے ہے جو حق پر قائم رہیں۔

(۱۲) ایک دوسرے کو "حق" پر قائم رہنے کی وصیت اور مصائب پر صبر کرنے کی تلقین کرتے رہو۔

(۱۳) جب طاغوتی قوتوں سے مقابلہ آ پڑے تو پھر تمہارے حسان "بنیان مرصوص" (سیسہ پلائی ہوئی دیوار) کی سی ہونا چاہیے۔

(۱۴) دیکھو! "عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے"

امامیہ مشن لکھنؤ ۳ (ہندوستان)

امداد کے طریقے

اپنے امامیہ مشن کی ہر ممکن مدد فرمائیے۔ سہم امام، زکوٰۃ، خمس، فطرہ، رقوم نام خاص، چرم قربانی، نذر و نیاز خوشی کے موقع پر بغرض یادگار اور مرحوم عزیزوں کے لئے بغرض ایصال ثواب کوئی کتاب یا رسالہ چھپوا دیجئے مجالس و محافل میں مشن کے رسالے بطور تبرک اور خوشی کے مواقع پر بطور تحفہ دیجئے لکھنؤ میں ملنے والی ہر کتاب اور مجالس و محافل کے کیسٹ بذریعہ مشن منگوا لیجئے۔

منتظم امامیہ مشن چوک لکھنؤ